Oriental College Magazine, Vol.101, No. 02, Serial No. 380, 2025

# کلامِ نظیر اکبر آبادی میں صوتی اشارے

محمد سالار مغل

ایم فل اسکالر (اردو)

ادارہ زبان و ادبیات اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور

# Onomatopoeia in the Poetry of Nazeer Akbarabadi

Muhammad Salar Mughal
MPhil Scholar (Urdu)
IULL, Punjab University, Lahore



## Abstract

This study explores the use of onomatopoeia in the poetry of Nazeer Akbarabadi, a renowned Urdu poet known for his vivid depictions of everyday life and nature. Onomatopoeia, the representation of natural sounds through language, plays a crucial role in enriching poetic expression by evoking sensory imagery and enhancing emotional impact. By analyzing Nazeer’s innovative use of sound symbolism, the paper highlights its historical and literary significance, comparing his techniques with those of classical poets such as Mir Taqi Mir and Wali Daccani. The findings underscore Nazeer’s originality and his ability to connect deeply with his audience, solidifying his distinctive place in Urdu literature.

**Keywords:**
Onomatopoeia, Urdu, poetry, Nazeer Akbarabadi, sound symbolism, sensory imagery, literary innovation, poetic expression

انگریزی لفظ onomatopoeia قدیم یونانی مرکب onomatopoiía سے ماخوذ ہے جو دو لفظوں ónoma بمعنی "نام" اور poiéō بمعنی "بنانا" کا مجموعہ ہے۔ یعنی onomatopoeia کے معنی "معانی بنانا" کے ہیں۔ اردو زبان میں اس کے لیے صوتی اشاریے، صوتی تسمیے، صوتی تراکیب یا اسمائے صوت جیسے الفاظ مستعمل ہیں۔ ماہرینِ لسانیات نے اس اصطلاح کی مختلف تعریفیں بیان کی ہیں۔ چند تعریفیں یہ ہیں:

> Onomatopoeia designates a word, or a combination of words, whose sound seems to resemble closely the sound it denotes: "hiss," "buzz," "rattle," "bang.(1)

ترجمہ: صوتی اشاریے یا اسمائے صوت ایک ایسا لفظ یا الفاظ کا مجموعہ ہے جس کے مطابق آواز اُس آواز سے مشابہ ہوتی ہے جس کا وہ اظہار کرتی ہے: "سسکار"، "بھنبھناہٹ"، "کھڑکھڑانا"، "دھماکہ"۔

> Onomatopoeia, the use of words that seem to imitate the sounds they refer to (whack, fizz, crackle, hiss); or any combination of words in which the sound gives the impression of echoing the sense. This FIGURE OF SPEECH is often found in poetry, sometimes in prose.(2)

ترجمہ: صوتی اشاریے یا اسمائے صوت ایسے الفاظ کے استعمال کو کہتے ہیں جو اُن آوازوں کی نقل کرتے ہیں جن کی طرف وہ اشارہ کرتے ہیں (جیسے "تھپڑ"، "پھزن"، "چٹخنا"، "سسکار")؛ یا ایسے الفاظ کے کسی بھی مجموعے کو جہاں آواز سے مفہوم کی بازگشت کا تاثر ملتا ہو۔ یہ صنعتِ بیان اکثر شاعری میں پائی جاتی ہے، اور کبھی کبھار نثر میں بھی نظر آتی ہے۔

> The formation of words through the imitation of sounds from nature, e.g. *cock-a-doodle doo*, *meow*, *splash*. The same sound may be represented differently in other languages, e.g. *cocka-doodle-doo* is *kikeriki* in German and *cocorico* in French.(3)

ترجمہ: الفاظ کی تشکیل قدرتی آوازوں کی نقالی کے ذریعے ہوتی ہے، جیسے "کُکڑوں کوں"، "میاؤں"، "چھپاکا"۔ ایک ہی آواز مختلف زبانوں میں مختلف انداز سے پیش کی جا سکتی ہے، جیسے "کُکڑوں کوں" کو جرمن میں "کِکرِکی" اور فرانسیسی میں "کُکریکُو" کہا جاتا ہے۔

> The phenomenon of words, said to be onomatopoeic, which imitate or echo the sound produced by some process or creature. The imitations are not completely natural but vary across languages and conform to the phonology of the language they belong to.(4)

ترجمہ: وہ الفاظ جو آواز کی نقالی کرتے ہیں یا کسی عمل یا مخلوق کے پیدا کردہ صوت کو دہراتے ہیں، صوتی اشارے یا اسمائے صوت کہلاتے ہیں۔ یہ نقلیں مکمل طور پر فطری نہیں ہوتیں بلکہ مختلف زبانوں میں مختلف ہوتی ہیں اور اس زبان کی صوتیات کے مطابق ڈھلتی ہیں جس سے وہ تعلق رکھتی ہیں۔

لغاتِ لسانیات (English Urdu Dictionary of Linguistic) میں بھی اسی نوع کی تعریف موجود ہے: The formation of words imitating natural sounds.

**فطری آوازوں کی نقالی:**

ایسے لفظ اور ان کی آوازیں جو اصل ، فطری اور سادہ ترین ہوں، ان کی نقالی کے عمل کو Onomatopoeia کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئل کی کُو کُو، سانپ کی پھنکار، شور کر Rattle یا دھماکے کی Bang ایسی فطری آوازیں ہیں جن کی نقالی بھی فطری ہی لگتی ہے۔(۵)

جامع انگلش اردو ڈکشنری (Jami English-Urdu Dictionary) سے Onomatopoeia کی تعریف دیکھیے:

(۱) نام یا لفظ کی تشکیل جس میں ایک چیز سے ملحق آواز بھی ملی ہوئی ہو؛ صوتی تسمیہ؛ الفاظ کی تشکیل میں کارفرما اس اصول کی قوت؛ صوتیت؛ آوازی ترکیب؛ صوتی ترکیب۔

(۲) اس طرح بنا ہو الفظ؛ آوازی یا صوتی لفظ؛ صوتی نام۔

(۳) (علم بدیع) تقریر یا تحریر کو مؤثر بنانے کے لیے اس میں فطری طور پر معنی خیز الفاظ، جملوں اور ترتیب کا استعمال۔(۶)

اردو میں بھی اسی نوع کی تعریفیں موجود ہیں۔ مثلاً قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان سے اسمائے صوت کی تعریف ملاحظہ ہو:

> کسی شے یا عمل سے پیدا شدہ یا وابستہ آوازوں کی نقل میں الفاظ بنانا۔ جیسے بھنبھناہٹ، گڑگڑاہٹ، کوکو، اسی طرح بنایا ہوا کوئی لفظ۔(۷)

اسی طرح ویب گاہ ریختہ ڈکشنری (لغت) میں اسمِ صوت کی یہ تعریف دی گئی ہے:

> وہ اسم جو کسی جاندار یا بے جان کی آواز ظاہر کرے، جیسے: قہقہہ (= کھکھلا کر ہنسنے کی آواز)، قل قل قل قل (= صراحی میں سے پانی نکلنے کی آواز)، کائیں کائیں (= کوے کی آواز)؛ وہ الفاظ جو کسی جانور کے ہانکنے یا بلانے کے لیے بولے جاتے ہیں، جیسے مرغی وغیرہ کو دانہ چننے

کے لیے بلانے کی غرض سے: جَ جَ جَ جَ، یا ہاتھی کو ہنکانے یا کھانے اور بٹھانے کے لیے دھت دھت، بَری بَری۔(۸)

ان تعریفات کی روشنی میں، صوتی اشاریے یا اسمائے صوت سے مراد وہ الفاظ ہوئے جو صوتی لحاظ سے اپنے معانی پر دلالت کرتے ہوں اور ان کے معانی اور اصوات میں ایسا ارتباط پیدا ہو جس سے نہ صرف معانی کی فی الفور تفہیم ہو بل کہ اس سے سامع بھی محظوظ ہوں۔

کائنات کی ابدی حقیقتوں کو جاننے کی خواہش فطرتِ انسانی میں اس طرح سما چکی ہے کہ انسان اسے خود سے الگ نہیں کر سکتا۔ متعدد نظریات کی طرح زبان کے آغاز سے متعلق نظریات بھی انھی حقیقتوں کی تلاش کا ایک شعبہ ہیں۔ آٹھارویں صدی کے آواخر میں یوہان گوٹفریڈ ہرڈر (Johann Gottfried Herder) نامی جرمن فلسفی نے انسانی زبانوں کے آغاز سے متعلق ایک نظریہ پیش کیا۔ جس نظریے کی رو سے دنیا کے آغاز میں انسانوں نے ایک دوسرے سے بات چیت کرنے کے لیے جانوروں کی آوازوں کی نقل کی۔ اس نظریے کے مطابق پہلی انسانی زبان onomatopoeia سے ہی تیار ہوئی ہے۔ بعد ازاں اس نظریے کو جرمن ماہر فلکیات میکس ملر(Max Muller) نے Bow-wow theory کا نام دیا۔ بو-واو تھیوری کے مطابق، انسانی زبانوں کا آغاز اس وقت ہوا جب ہمارے آباواجداد نے اپنے اردگرد کی قدرتی آوازوں کی نقل کرنا شروع کی۔ معلوم انسانی تاریخ میں پہلی تقریر onomatopoeic ہی تھی۔ کتاب Encyclopedia of Evolutionary Psychological Science میں bow-wow theory کی وضاحت ان الفاظ میں ہے:

> The bow-wow theory supports that language emerged through “onomatopoeia” or the imitation of the sounds in the natural world. The early bow-wow theory of language was first introduced by Max Müller, a philologist who was at a later stage criticized about his point of view. Bow-wow theory postulates that the origin of language arose through “onomatopoeia,” which, in simple words, is the imitation of sounds in nature. Specifically, the sounds from animals were the most imitated from the environment. (۹)

ترجمہ: بو-واو نظریہ اس بات کی حمایت کرتا ہے کہ زبان "آواز کی نقالی" یا قدرتی دنیا کی آوازوں کی نقل کے ذریعے وجود میں آئی۔ زبان کے بارے میں ابتدائی بو-واو نظریہ سب سے پہلے ماہر لسانیات میکس ملر

نے پیش کیا، جسے بعد میں ان کے نقطہ نظر پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ بو-واو نظریہ یہ مفروضہ پیش کرتا ہے کہ زبان کی ابتدا "صوتی اشاریوں" کے ذریعے ہوئی، جو سادہ الفاظ میں قدرت کی آوازوں کی نقل ہے۔ خاص طور پر، جانوروں کی آوازیں ماحول سے سب سے زیادہ نقل کی جانے والی تھیں۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ انسانی زبانوں میں نثر سے پہلے شاعری کا ظہور ہوا۔ جس طرح اسمائے صوت انسان کی اولین زبان سے کسی نہ کسی طرح تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح شاعری میں بھی اسمائے صوت خوب صورت کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ دنیا کی تمام بڑی زبانوں کے شعری ادب (نثر میں بھی) کی طرح ہمارے شعری ادب میں بھی تقریباً سبھی شعرا کے ہاں صوتی اشاریے یا اسمائے صوت ملتے ہیں جو ان شعرا کے کلام میں موسیقیت پیدا کرنے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ انھی اصوات کی بدولت شاعری اور موسیقی میں واضح مماثلت نظر آتی ہے۔"نغمہ براہ راست جذبات کو متاثر کرتا ہے اور اسی میں اس کی بے پناہ تاثر آفرینی کا راز مضمر ہے۔ برعکس اس کے شاعر ابلاغ کے لیے الفاظ کا محتاج ہوتا ہے۔۔۔چوں کہ شاعری میں قاری یا سامع کے درمیان الفاظ کا پردہ حائل ہوتا ہے اور شاعر بالواسطہ الفاظ کے ذریعے اظہارِ خیال کرتا ہے، اس لیے اس کا اثر تیز اور فوری نہیں ہوتا جتنا موسیقی کا۔" (۱۰) اس سے قبل کے کلامِ نظیر اکبر آبادی میں موجود صوتی اشاریوں یا اسمائے صوت کا بیان کیا جائے، ضروری ہے کہ اردو کی شعری روایت سے صوتی اشاریوں کی چند مثالیں یہاں درج کی جائیں۔ ولی دکنی کے دو شعر دیکھیے:

ہجر تیرے سوں اے پری پیکر
اشک پڑتے ہیں چشم سیں ٹپ ٹپ(۱۱)
اس رات اندھاری میں مت بھول پڑوں تجھ سوں
ٹک پاؤں کی جھانجھر کی جھنکار سناتی جا(۱۲)

میرؔ کے ہاں بھی صوتی اشاریے حیرت انگیز طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ نواب جعفر علی خاں اثرؔ لکھنوی نے کلامِ میر کا انتخاب کیا تھا جو جون ۱۹۴۷ء میں دہلی سے چھپا۔ اس کتاب میں آپ نے میرؔ کے ہاں صوتی اشاریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے onomatopoeia کی اصطلاح کا استعمال کیا۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

اردو شاعری میں onomatopoeia کا فقدان ہے یعنی آواز یا نشستِ الفاظ مفہوم کی ترجمانی نہیں کرتی۔۔۔یہ میر کے کمالِ فن کا معجزہ ہے کہ اس نے اردو شاعری میں جس پر سخت قیود عائد ہیں (بحور کے اوزان نپے تلے ہیں، بیت کے دونوں مصرعوں میں ارکان کا برابر ہونا لازمی ہے، بخلاف مغربی شاعری کے جس میں ایک لائن یا مصرعے کے ارکان دوسرے مصرعے سے کم یا زیادہ ہو سکتے ہیں، خود ارکان میں تغیر

تبدل ہو سکتا ہے، حتیٰ کہ شکتہ بھی جائز ہے) وہ خوبیاں پیدا کر دی ہیں جو مغربی شاعری میں اتنی آزادی پر بھی معدوم ہیں:

کچھ کرو فکر مجھ دوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی(۱۳)
میرؔ از بسکہ ناتواں ہوں میں
جی مرا سائیں سائیں کرتا ہے

میرا جی کے گیتوں اور نظموں میں بھی اسمائے صوت کی کثرت دیکھنے کو ملتی ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

ساون آیا بادل چھایا گرجا چمکا مینہ برسایا
بوندیں بنیں اب دھاریں، ہاں! رس کی بوندیں پڑیں(۱۴)

ولی سے لے کر عصرِ حاضر تک کے تقریباً ہر شاعر کے ہاں صوتی اشاریے موجود ہیں۔ یہاں صرف چند مثالیں درج کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ نثر میں بھی onomatopoeia کی مثالیں مل جاتی ہیں۔ مشتاق احمد یوسفی کی کتاب "شامِ شعرِ یاراں" سے ایک اقتباس دیکھیے:

"پچھلے دنوں نواب اکبر بگٹی نے حالاتِ حاضرہ کی منہ بولتی تصویر ایک لفظ میں کھینچ دی۔ فرمایا کہ پاکستان میں بڑی دَبڑ گُھونس مچی ہے۔ ہمیں یہ لفظ کسی ڈکشنری میں نہیں ملا۔ مگر کیا کہنے! سبحان اللہ! واہ واہ! یہ اس لائق ہے کہ اس کا شمار ان بلیغ onomatopoeia الفاظ میں کیا جائے، جن کی صوتی وضع یعنی فقط آواز ہی سے مفہوم پھٹا پڑتا ہے!۔۔۔"(۱۵)

کلامِ نظیر اکبر آبادی میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو ایسے ہی لفظوں کی مسرور کُن گونج سامع کے کانوں تک منتقل کرتی ہیں۔

نوری دروازہ، آگرہ کے ایک رہنے والے سید محمد فاروق کے ہاں بارہ اولادیں فوت ہو چکی تھیں۔ ۱۱۴۸ھ بمطابق ۱۷۳۵ء (قیاسی) (۱۶) ان کے ہاں تیرھواں بچہ پیدا ہوا جس کا نام سید محمد ولی رکھا گیا۔ ولی محمد کی زندگی کے لیے بہت سی دعائیں کی گئیں جو بار آور ثابت ہوئیں اور ولی زندہ بچ گیا۔ کسے معلوم تھا کہ اس ولی محمد کی نظیر چار دانگِ عالم میں ناپید ہو گی۔ اسی سید محمد ولی کو دنیا آج نظیرؔ اکبر آبادی کے نام سے جانتی ہے۔ نظیرؔ نے طویل عمر پائی اور میرؔ، دردؔ، سوداؔ، میر سوزؔ، میر حسنؔ، جرأتؔ، انشاؔ، آتشؔ، ناسخؔ، مصحفیؔ اور رنگینؔ جیسے شعرا کا زمانہ دیکھا۔ لیکن نہ تو کسی کی تقلید کی اور نہ درباروں سے وابستگی میں امان تلاش کی بلکہ

سب میں اپنی منفرد پہچان قائم کی۔ نظیرؔ کی بے نظیری سے متعلق احتشام حسین رضوی لکھتے ہیں:

> "مرکزیت، معیار کی بلندی اور دربار سے وابستگی کی وجہ سے اردو شاعری کا میدان بہت تنگ ہو گیا، جو شاعر ان قیود سے بچ سکے وہ البتہ عوام سے اور عوام کے مسائل سے قریب تر آئے لیکن ایسے شعرا کا نام مثال کے طور پر لکھنے کے لیے بھی نہیں ملتا۔ اردو شاعری کے دورِ متقدمین اور متوسطین میں لے دے کے نظیرؔ اکبر آبادی کا نام سامنے آتا ہے۔"(۱۷)

نظیرؔ عوام کا شاعر تھا، عوام کا نبض شناس، ایک ایسا شاعر جو ان کے مسائل کا تدارک کرنے والا ہو۔ اس کی دنیا کی سرحد اپنے معاصرین و متقدمین، کسی سے بھی نہ ملتی تھی۔ اس نے زندگی کو اپنا موضوع بنایا، ان سب موضوعات پر قلم اٹھایا، جن پر بات کرنا عموماً شعرا، فنِ سخن کے منافی سمجھتے تھے۔ نظیرؔ فطری شاعر تھا اور فطرت خود بخود لالے کی حنا بندی کرتی ہے۔ وہ کسی شاعر کے تلمذ میں نہیں رہا بلکہ خود فطرت نے اسے نکھارا۔ اس نکھرتے اور چمکتے لعل کو اگرچہ اس کے عہد میں وہ پذیرائی نہ مل سکی، جس کا وہ مستحق تھا مگر آج بھی وہ اردو کا پہلا عوامی یا قومی شاعر (۱۸) مانا جاتا ہے۔ مناظرِ قدرت کی عمدہ تصویر کشی کرنے والا نظیرؔ ۱۸۳۰ء میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا مگر آج بھی اس کے کلیات کی اہمیت مسلم ہے۔

کلامِ نظیر اکبر آبادی میں صوتی تسمیے / صوتی اشاریے / اسمائے صوت کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ مختصر تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند میں لکھا ہے:

> "نظیر کے کلام میں ایسے الفاظ کی تعداد جو براہِ راست اپنے معانی پر دلالت کرتے ہیں بہت زیادہ ہے۔ معانی اور اصوات کے اس ارتباط سے نہ صرف ان کے معانی فی الفور ذہن نشین ہو جاتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ سامعہ بھی محظوظ ہوتا ہے۔۔۔ ان الفاظ میں ح، خ، ک، گ، ٹ، ڈ، ڑ، کھ، گھ، وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔۔۔ نظیر کی شاعری میں ایسے الفاظ کی تعداد جو سامعہ یا باصرہ سے تعلق رکھتے ہیں بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے چند ایک نقل کیے جاتے ہیں۔ جھنکار، پکار، جھنک، کڑک، گمک، چمک، جگمگاہٹ، جھپک، چھڑک، بھبک، چھلک، دمک، جھجھاہٹ، جھڑاکا، گڑگڑاہٹ، تھرک، کھنک، وغیرہ۔ نظیر اکثر اوقات ان الفاظ کی تکرار سے متعلقہ عوامل کی طوالت، اعادہ یا افراط کو ظاہر کرتا ہے۔"(۱۹)

کیوں کہ نظیرؔ جمالیاتی شاعر ہیں اسی باعث آپ فطرت کا بغور مشاہدہ کرتے نظر آتے ہیں۔ صبح کے وقت پرندوں کا حمد و ثنا کرنا، ان کا چہچہانا فضا کو معطر و مستحسن بنا دیتا ہے اور اس منظر کو جس طرح نظیرؔ نے قلم بند کیا ہے شاید کوئی اور نہ کر سکے۔ نظم "چڑیوں کی تسبیح" سے مثال ملاحظہ ہو:

وقتِ سحر کو روحیں کیا کیا ہوں ہوں کرتی ہیں
ہوں ہوں ہوں ہوں، کرکر ذکر کن اور فیکوں کرتی ہیں
مرغے بولے ککڑوں ککڑوں مرغیاں کوں کوں کرتی ہیں
طوطیاں بھی سب یاد میں اس کی بھتوں بھتوں کرتی ہیں
سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا؟ سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں(۲۰)

درجِ بالا بند میں کیا ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ ہم کسی چمن میں موجود ہیں، جہاں پرندے گل گشت کرتے ہوئے مالک کی حمد و ثنا بیان کر رہے ہوں۔ اسی طرح نظم "بلبلوں کی لڑائی" میں جہاں نظیر کے مشاہدے اور بیانیے کی قوت حیرت انگیز ہے وہیں صوتی اشاریوں کی ترتیب موسیقی کی خوب صورت دھن معلوم ہوتی ہے۔

چلّائے مور سارس اور پھڑ پھڑائے گھگو
گد اور چغد دہاڑے اور پھڑ پھڑائے الو
کتے بھی بھونکے "بھوں بھوں"،گیدڑ پکارے "ہوہو!"
بھڑوے گدھے بھی رینکے کر اپنی ڈھینچو ڈھینچو
سوسو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں(۲۱)

برسات نظیر کے محبوب موضوعات میں سے ایک ہے۔ اس ایک موضوع پر کئی نظمیں کلیاتِ نظیر کی زینت ہیں۔ صرف کلیاتَ نظیر کا وہ حصہ، جس میں مناظرِ فطرت پر نظمیں شامل ہیں، ان میں "برسات کا تماشا"، "برسات کی بہاریں"، "برسات اور پھسلن"، "برسات کی اُومس"، "برسات کا لطف"، "جاڑے کی بہاریں" اور "بہار" کے عنوانات سے نظمیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی جابجا برسات کا موضوع دیگر نظموں میں در آتا رہا ہے۔ گویا یوں کہ لیجیے کہ اس موضوع پر اشعار بارش کی بوندوں کی مثل پورے کلامِ نظیر میں جگہ جگہ گرے اور چمکتے نظر آتے ہیں۔ برسات سے متعلق یہ تمام نظمیں صوتی اشاریوں کی مثالوں سے پُر ہیں اور اس بات کا پتا دیتی ہیں کہ نظیر کا ذخیرہ الفاظ کس قدر وسیع اور منفرد تھا۔ مثالیں دیکھیے:

معشوق عاشقوں میں کیا بزم با نمک ہے
شیشہ گلابی ساقی اور جام اور گزک ہے

جھنکار تال کی ہے اور طبلے کی کھڑک ہے
گوری ملار کے ساتھ آواز کی گمک ہے
آ یار چل کے دیکھیں برسات کا تماشا
ہر کوہ کی کمر تک سبزہ ہے لہلہاتا
برسے ہے مینہ جھڑا جھڑ پانی بہا ہے جاتا
وحش و طیور ہر اک مل مل کے ہے نہاتا
غوغا کریں ہیں مینڈک، جھینگر ہے غل مچاتا
آ یار چل کے دیکھیں برسات کا تماشا(۲۲)

-----

مارے ہیں موج ڈابر، دریا ڈُونڈ رہے ہیں
مور و پپیہے کویل کیا کیا رُمنڈ رہے ہیں
جھڑ کر رہی ہیں جھڑیاں نالے اُمنڈ رہے ہیں
برسے ہے مینہ جھڑا جھڑ بادل گھمنڈ رہے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں
بولیں بیے ،بیٹریں، قمری پکارے کُوکُو
پی پی کرے پپیہا ،بگلے پکاریں توتو
کیا ہُدہُدوں کی حق حق، کیا فاختوں کی ہوہو
سب رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا پنکھ کیا پکھیرو
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں(۲۳)

-----

دل ٹھوکر مار پچھاڑ ہو اور دل سے ہوتی ہو کشتی سی
تھر تھر کا زور اکھاڑا ہو، بجتی ہو سب کی بتیسی
ہو شور پھپو ہو ہو ہوکا اور دھوم ہو سی سی سی کی
کلّے پر کلّہ لگ لگ کر چلتی ہو منھ میں چکّی سی
ہر دانت چنے سے دلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی(۲۴)

نظیر فقط مناظرِ فطرت سے ہی اثر قبول نہیں کرتا بلکہ اس کی نظر اپنے ارد گرد کے ماحول اور وہاں موجود اشیا کا احاطہ کرتی ہے۔ پھر ان اشیا کی آوازیں، نظیر کی عمدہ سماعت کی دلیل بھی ہیں۔ نظم "کورا برتن" سے مثال ملاحظہ ہو:

کورے برتن میں کیاری گلشن کی
جس سے کھلتی ہے ہر کلی تن کی
بوند پانی کی اُن میں جب کھنکی
کیا وہ پیاری صدا ہے سَن سَن کی
تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی(۲۵)

کلامِ نظیر پڑھتے جائیں اور حیران ہوتے جائیں۔ ہر نئے صفحے پر نئی آواز، ہر نئی نظم میں نیا صوتی آہنگ، ہر بدلتے حصے میں بدلتا رنگ، گویا کلیاتِ نظیر نہ ہوا کسی فسوں کار کا سحر ہو گیا جو ہر لمحے اور پہلے سے الگ ڈھب سے نظر آتا ہے۔ صوتی اشاریے ہمیں ان آوازوں کا پتا دیتے ہیں، جن کا تعلق اسما سے ہوتا ہے مگر نظیر کے ہاں تو صوتی اشاریے منظر کشی بھی کرتے ہیں۔ نظم "حقہ" ہی کا شعر دیکھ لیجیے:

پیچو ان پینے میں کس کس آن کا کھلتا ہے پیچ
گڑ گڑی پینے میں کافر اور ہی انداز ہے(۲۶)

"گڑ گڑ" حقہ پینے کی آواز ہے۔ جب بھی قاری یہ شعر پڑھے گا، اس کی آنکھوں کے سامنے حقہ پیتے لوگوں کی تصویر بنے گی، کانوں میں حقے میں گڑ گڑ کی آواز سنائی دے گی اور حقے کے دھواں پھیپھڑوں تک سرایت ہوتا محسوس ہو گا۔ یہی نظیر کی مہارت ہے۔

نظیر چوں کہ عوامی شاعر تھے اسی باعث ان کے ہاں عوام سے منسلک تہواروں، میلوں، مجلسوں، وغیرہ پر بھی نظمیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ یہ تو ہم جانتے ہی ہیں کہ ہندوستان کے عوام میں فقط مسلمان نہیں تھے بلکہ کثیر تعداد میں ہندو بھی شامل تھے۔ بڑا شاعر مذہب وملت کی حدود سے بالاتر ہو کر، تعصبات سے اپنا دامن بچاتے ہوئے، انسان سے محبت کرتا ہے۔ نظیر نہ صرف ایک بڑا شاعر تھا بلکہ ایک بڑا انسان بھی تھا۔ اکبر آباد کے اہلِ ہنود سے اس کے خاصے روابط تھے۔ مختصر تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان وہند میں لکھا ہے:

> "امرائے ہنود کے ساتھ طویل روابط سے نظیر کی شاعری کے موضوعات پر اثر پڑا۔ دیوالی، راکھی، بسنت اور ہولی پر ان کی نظمیں ان کے اپنے شوق اور ذاتی دل چسپی کے علاوہ صحبتِ ہنود کے اس اثر کی ترجمان بھی ہیں لیکن بعض نظمیں ایسی بھی ہیں جو ٹھیٹھ ہندو اساطیر یا معتقدات سے تعلق رکھتی ہیں جیسے 'کنھیا جی'، 'کنھیا جی کی شادی'، 'درفا جی کے درشن'، 'بھیروں کی تعریف'، 'مہادیو کا بیان'۔ یہ نظمیں ہندوؤں سے گہرے روابط کا نتیجہ معلوم ہوتی ہیں۔"(۲۷)

Oriental College Magazine, Vol.101, No. 02, Serial No. 380, 2025

کلامِ نظیر میں باقاعدہ ایک حصہ "تقریباتِ اہلِ ہنود" کے عنوان سے قائم کیا گیا ہے۔ اس حصے کی نظموں میں وہ صوتی آوازیں زیادہ دیکھنے کو ملتی ہیں جو ہکاری آوازوں(aspirated sounds) کی ذیل میں آتی ہیں۔ مثلاً: دھمک، ٹھٹک، تھرک، بھڑک، جھچک، ہمک وغیرہ۔

گھنگرو کی پڑی آن کے پھر کان میں جھنکار
سارنگی ہوئی بین طنبوروں کی مددگار
طبلوں کے ٹھکے طبل یہ سازوں کے بجے تار
راگوں کے کہیں غل کہیں ناچوں کے بندھے تار
ڈھولک کہیں جھنکارے ہے مردنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر
گاگا کی پکاریں کہیں رنگوں کی چھڑک ہے
مینا کی بھبک اور کہیں ساغر کی چھلک ہے
طبلوں کی صدائیں کہیں تالوں کی جھنک ہے
تالی کی بہاریں کہیں ٹھلیا کی کھڑک ہے
بجتا ہے کہیں دف کہیں مرچنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر(۲۸)

-----

جب آئی ہولی رنگ بھری سو ناز و ادا سے مٹک مٹک
اور گھونگھٹ کے پٹ کھول دیے، وہ روپ دکھلا چمک چمک
کچھ مکھڑا کرتا دمک دمک، کچھ ابرن کرتا جھلک جھلک
جب پاؤں رکھا خوش وقتی سے، تب پائل باجی جھنک جھنک
کچھ اچھلیں سنتیں ناز بھریں، کچھ گودیں آمیں تھرک تھرک(۲۹)

-----

جب پھاگن رنگ بھمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
اور دف کے شور کھڑکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
پریوں کے رنگ دمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
خم شیشے جام جھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
محبوب نشے میں چھکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی(۳۰)

-----

کچھ طبلے کھٹکے تال بجے، کچھ ڈھولک اور مردنگ بجی
کچھ جھڑیں بین ربابوں کی کچھ سارنگی اور چنگ بجی
کچھ تار طنبوروں کے جھنکے کچھ ڈھمڈھمی اور منھ چنگ بجی
کچھ گھنگرو کھٹکے جھم جھم جھم، کچھ گت گت پر آہنگ بجی
ہے ہر دم ناچنے گانے کا یہ تار بندھایا ہولی نے(۳۱)

نظم "کنھیا جی کی راس" سے ایک بند دیکھیے:

آئے ہیں دھوم سے جو تماشے کو گلبدن
گویا کہ کھل رہے ہیں گلوں کے چمن چمن
کرتے ہیں نرت کنج بہاری بصد برن
اور گھنگروؤں کی دُھن کے صدائیں چھنن چھنن
ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہے(۳۲)

"بلدیو جی کا میلہ" نظیرؔ کی مشہور و معروف نظموں میں سے ایک ہے۔ اس نظم میں ایسے صوتی اشارے استعمال ہوئے ہیں جو بظاہر تو صوتی اشارے معلوم ہوتے ہیں مگر ان آوازوں کا تعلق قوتِ باصرہ سے نہیں ہیں۔ مثال ملاحظہ ہو:

کتنے کچے ہیں کتنے پکے ہیں
اونگے منھ اور اچھال چھکے ہیں
چور نٹ کھٹ ہیں اور اچکے ہیں
دودھ کھویا ملائی چکّے ہیں
بھیڑ انبوہ اور بھڑکے ہیں
دھوم دھونسوں کی اور دھڑکے ہیں
پالکی ہاتھی گھوڑے ڈھکے ہیں
سو تماشے ہیں سو جھمکے ہیں
رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے(۳۳)

"عید الفطر" کے عنوان سے موجود نظم میں صوتی اشارے ملاحظہ ہوں:

کیا ہی معانقے کی مچی ہے الٹ پلٹ
ملتے ہی دوڑ دوڑ کے باہم جھپٹ جھپٹ

پھرتے ہیں دلبروں کی بھی گلیوں میں غٹ کی غٹ
عاشق مزے اڑاتے ہیں ہر دم لپٹ لپٹ
ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر اک دل میں ہے اس عید کی خوشی(۳۴)

نظیر کی شاعری کے دو بڑے حصے ہیں۔ ایک تو وہ اشعار جو عہدِ جوانی میں کہے گئے ہیں اور دوسرے وہ جو بڑھاپے میں ۔ عہدِ شباب کی شاعری مین بانکپن، شوخ پن، چستی قدرے زیادہ ہے اور موضوعات میں تنوع بھی ہے۔ آخری عمر کی شاعری میں دنیا کی بے ثباتی، فلسفہ، بڑھاپے میں عاشقی، جوانی کی یاد، موت جیسے موضوعات کو کہیں واعظانہ انداز میں نظموں کے حصہ بنایا گیا تو کہیں طنزیہ انداز میں۔

تھے جیسے جوانی میں کیے دھوم دھڑکے
ویسے ہی بڑھاپے میں چھُٹے آن کے جھٹکے
سب اڑ گئے کافر وہ نظارے وی جھمکے
اب عیش جوانوں کو ہیں اور بوڑھوں کو دھکے
سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بڑھاپا!
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا!(۳۵)

کلیات میں شامل غزلیات میں بھی صوتی اشاریوں کی مثالیں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

عبث محنت ہے کچھ حاصل نہیں پتھر تراشی سے
یہی مضمون تھا فرہاد کے تیشے کی کھٹ کھٹ کا(۳۶)

یہاں "کھٹ کھٹ" تیشے کی آواز کو ظاہر کر رہا ہے۔

بعض غزلیں ایسی ہیں جن کے ہر شعر میں صوتی تسمے موجود ہوں۔ مثال:

شب مہ میں دیکھ اس کا وہ جھمک جھمک کے چلنا
کیا انتخاب مہ نے یوں چمک چمک کے چلنا
روش ستم میں آنا تو قدم اٹھانا جلدی
جو رہ کرم میں آنا تو ٹھٹھک ٹھٹھک کے چلنا(۳۷)

اس غزل میں جھجھک، ہمک اور پھٹک جیسے الفاظ بھی شامل ہیں۔ ایک اور مثال دیکھیے:

عشق کا مارا نہ صحرا ہی میں کچھ چوپٹ پڑا
ہے جہاں اس کا عمل وہ شہر بھی ہے پٹ پڑا
عاشقوں کے قتل کو کیا تیز ہے ابرو کی تیغ
ٹک ادھر جنبش ہوئی اور سر ادھر سے کٹ پڑا

دیکھ کر اس کے سراپا کو یہ کہتی ہے پری
سر سے لے کر پاؤں تک یاں حسن آکر پھٹ پڑا(۳۸)

ہکاری آوازوں کی ایک اور مثال دیکھیے:

زورمزوں سے رات کو برسے تھا مینہ جھمک جھمک
بوندیں پڑیں ٹپک ٹپک، پانی پڑے جھپک جھپک
جام رہے جھلک جھلک، شیشے رہے بھبک بھبک
یار بغل میں بانمک، عیش و طرب تھے بے دھڑک
ہم بھی نشوں میں خوب چھک، لوٹتے تھے بہک بہک
کیا ہی سماں تھا عیش تھا! اتنے میں، آہ! یک بیک
ابر کھلا، ہوا گھٹی، بوندیں تھمیں، سحر ہوئی
پہلو سے یار اٹھ گیا، سب سے بہار بہ گئی(۳۹)

کلامِ نظیر اکبر آبادی میں موجود صوتی اشاریے نظیر کی اپنی قوتِ سامعہ و باصرہ کی تقویت کی دلیل ہیں۔ ان مثالوں سے جہاں ہم یہ جان سکے ہیں کہ نظیر کا ذخیرہ الفاظ کس قدر وسیع ہے اور نظیر کو زبان پر کس درجہ مہارت حاصل ہے وہیں ہم یہ بھی جان پائے ہیں کہ صوتی اشاریے / صوتی تسمیے / اسمائے صوت کی پہچان کیا ہے۔ ان الفاظ کے لیے جو حروف مستعمل ہیں، ان کو ادا کرنے کے لیے سانس کو حلق یا حنک میں روک کر دفعتاً چھوڑ دیا جاتا ہے جس سے پھٹنے یا دھماکے کی آواز آتی ہے اور آواز میں گھمبیرتا، گرج اور اونچا پن پیدا کرتی ہے۔ آواز اور زبان سے متعلقہ تمام علوم لسانیات کی ذیل میں آتے ہیں۔ لسانیات سے دل چسپی رکھنے والے طالب علموں کے لیے صوتی اشاریے مبادیات کا کام دے سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

## حوالے


(1) M.H. Abrams. *A Glossary of Literary Terms:* Seventh Edition. (Thomson Learning. 1999), p199.

(2) Chris Baldick. *The Concise Oxford Dictionary of Literary Terms*. (Oxford University Press. 2001), p178.

(3) Gregory Trauth and Kerstin Kazzazi, Hadumod Bussmann. *Routledge Dictionary of Language and Linguistics*. (Taylor & Francis or Routledge. 2006), p836.

(4) Keith Brown and Jim Miller. *The Cambridge Dictionary of Linguistics*. (Cambridge University Press. 2013), p320.

(۵) خالد محمود خان، لغاتِ لسانیات، (لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۷ء)، ۲۳۰-۳۱۔

(6) Kalimuddin Ahmad. *Jami English-Urdu Dictionary*. Volume Fourth.

(National Council for Promotion of Urdu Language. 1997), p72.

(۷) جمیل جالبی، قومی انگریزی اردو لغت، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۲ء)، ۱۳۷۰۔

(۸) ریختہ لغت۔ (۲۳/ فروری ۲۰۲۵ء)

https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-ism-e-saut?lang=ur

(9) Encyclopedia of Evolutionary Psychological Science https://link.springer.com/referenceworkentry/10.1007/978-3-319-19650-3_1117

(۱۰) خواجہ محمد زکریا، تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، (لاہور: ڈائریکٹر مجلسِ منتظمہ برائے تاریخِ ادبیات، جامعہ پنجاب، ۲۰۲۰ء)، ۱۷۸۔

(۱۱) ولی دکنی، کلیاتِ ولی دکنی، مرتبہ: نورالحسن ہاشمی، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ۳۱۰۔

(۱۲) ایضاً، ۵۸۔

(۱۳) مرتبہ: نواب جعفر علی خاں اثرؔ لکھنوی، مزا میر، (دہلی: کتابی دنیا لمیٹڈ، ۱۹۴۷ء)، ۳۴، ۳۳۔

(۱۴) خواجہ محمد زکریا، مختصر تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، (لاہور: ڈائریکٹر مجلسِ منتظمہ برائے تاریخِ ادبیات، جامعہ پنجاب، ۲۰۲۰ء)، ۶۲۴۔

(۱۵) مشتاق احمد یوسفی، شام شعر یاراں، (دہلی: ایجوکیشنل پبلی شنگ ہاؤس، ۲۰۱۵ء)، ۲۳۴۔

(۱۶) خواجہ محمد زکریا، انتخابِ زریں اردو شاعری (جامع)، (لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۲۰۱۹ء)، ۹۶۔

(۱۷) نظیر اکبر آبادی، کلیاتِ نظیر، مرتبہ: عبدالباری آسی، (لکھنو: نول کشور پریس، ۱۹۵۱ء)، ۶۰۔

(۱۸) خوجہ محمد زکریا، مختصر تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، ۱۶۸۔

(۱۹) ایضاً، ۱۷۸۔

(۲۰) نظیر اکبر آبادی، کلیاتِ نظیر، ۳۸۰۔

(۲۱) ایضاً، ۴۵۰۔ (۲۲) ایضاً، ۵۰۳۔ (۲۳) ایضاً، ۵۰۵، ۵۰۴۔

(۲۴) ایضاً، ۵۱۶۔ (۲۵) ایضاً، ۵۲۳۔ (۲۶) ایضاً، ۵۳۸۔

(۲۷) خوجہ محمد زکریا، مختصر تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، ۱۶۷۔

(۲۸) نظیر اکبر آبادی، کلیاتِ نظیر، ۴۱۷۔

(۲۹) ایضاً، ۴۱۸۔ (۳۰) ایضاً، ۴۲۳۔ (۳۱) ایضاً، ۴۲۵۔

(۳۲) ایضاً، ۴۳۰۔ (۳۳) ایضاً، ۴۳۷۔ (۳۴) ایضاً، ۴۱۰۔

(۳۵) ایضاً، ۴۶۴۔ (۳۶) ایضاً، ۱۰۰۔ (۳۷) ایضاً، ۱۱۱۔

(۳۸) ایضاً، ۱۱۶۔ (۳۹) ایضاً، ۳۳۶۔

## References

(1) M.H. Abrams. *A Glossary of Literary Terms:* Seventh Edition. (Thomson Learning. 1999), p199.

(2) Chris Baldick. *The Concise Oxford Dictionary of Literary Terms*. (Oxford University Press. 2001), p178.

(3) Gregory Trauth and Kerstin Kazzazi, Hadumod Bussmann. *Routledge Dictionary of Language and Linguistics*. (Taylor & Francis or Routledge. 2006), p 836.

(4) Keith Brown and Jim Miller. *The Cambridge Dictionary of Linguistics*. (Cambridge University Press. 2013), p320)

(5) Khalid Mahmood Khan. *Lughat-e-Lisaniyat.* (Lahore: Becon Box, 2017), p230-231.

(6) Kalimuddin Ahmad. *Jami English-Urdu Dictionary.* Volume Fourth. (National Council for Promotion of Urdu Language. 1997), p72.

(7) Jamil Jalbi, Dr. *Qaumi Angreze Urdu Lughat*. (Islamabad: Muqtadra Qaumi Zuban, 2002), p1370.

(8) *Rekhta Dictionary.* https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-ism-e-saut?lang=ur

(9) Encyclopedia of Evolutionary Psychological Science https://link.springer.com/referenceworkentry/10.1007/978-3-319-19650-3_1117

(10) Khawaja Muhammad Zakriya,. *Mukhtasir Tareekh-e-Adbiyat-e-Muslmanan-e-Pakistan-o-Hind.* (Lahore: University of the Punjab, 2020), p178.

(11) Wali Dacani. *Kuliyat-e-Wali Dacani*. (Lahore: Al Waqar Publisher, 2016), p310.

(12) ibid, p58.

(13) Nawab Jafar Ali Khan. *Maza Mir.* (Dehli: Kitabi Duniya Limited, 1947), p33-34.

(14) Khawaja Muhammad Zakriya,. *Mukhtasir Tareekh-e-Adbiyat-e-Muslmanan-e-Pakistan-o-Hind*, p624.

(15) Mushtaq Ahmad Yousafi. *Sham-e-Sher-e-Yaran.* (Dehli: Educational Publishing House, 2015), p234.

(16) Khawaja Muhammad Zakariya, *Intikhab-e-Zarin*. (Lahore: Maghrabi Pakistan Urdu Academy, 2019.)

(17) Nazeer Akbarabadi, *Kuliyat-e-Nazeer,* (Lacknow: Naval Kishor Press, 1951), p60.

(18) Khawaja Muhammad Zakriya,. *Mukhtasir Tareekh-e-Adbiyat-e-Muslmanan-e-Pakistan-o-Hind*, p168.

(19) ibid,p178.

(20) Nazeer Akbarabadi, *Kuliyat-e-Nazeer*, p380.

(21) ibid,p450. (22) ibid,p503. (23) ibid,p504-505.

(24) ibid,p516. (25) ibid,p523. (26) ibid,p538.

(27) Khawaja Muhammad Zakriya,. *Mukhtasir Tareekh-e-Adbiyat-e-Muslmanan-e-Pakistan-o-Hind*, p168.

(28) Nazeer Akbarabadi, *Kuliyat-e-Nazeer*, p417.

(29) ibid,p418. (30) ibid,p423. (31) ibid,p425.

(32) ibid,p430. (33) ibid,p437. (34) ibid,p410.

(35) ibid,p465. (36) ibid,p100. (37) ibid,p111.

(38) ibid,p116. (39) ibid,p336.

❖❖❖